اسلامی حکومت میں تعمیر مساجد

محفوظ احمد، اسسٹنٹ پروفیسر ٹیکنیکل ٹیچرز ٹریننگ کالج فیصل آباد

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے ایک لاکھ چوبیس ہزار کم و بیش انبیاء کرام و رسل عظام علیہم السّلام اس دنیا میں مبعوث فرمائے۔ ان انبیاء و رسل کو فضائل و خصائل کے اعتبار سے بعض کو بعض پر فضیلت و فوقیت دی گئی۔

سورۃ بقرہ میں ارشاد ہوتا ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللَّهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ [1]

یہ رسول ایسے ہیں کہ ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فوقیت بخشی ہے بعض ان میں وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے اور بعض کو ان میں سے بہت سے درجوں پر سرفراز کیا۔

صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے۔ جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان فضائل کا ذکر فرمایا جو آپ کو دیگر انبیاء کرام سے افضلیت کو واضح کرتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے:

فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ أُعْطِيتُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَأُحِلَّتْ لِيَ الْمَغَانِمُ وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ طَهُورًا وَمَسْجِدًا وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّونَ [2]

مجھے دیگر انبیاء کرام پر چھ باتوں سے فضیلت دی گئی، مجھے جامع کلمات دیے گئے۔ رعب سے میری مدد کی گئی، غنیمتوں کو میرے لیے حلال کیا گیا۔ میرے لیے تمام زمین کو پاک و مسجد بنایا گیا، مجھے تمام مخلوق کی طرف بطور رسول مبعوث کیا گیا اور مجھ پر سلسلہ نبوت اختتام پذیر ہوا۔

ان چھ خصائص میں ایک خصوصیت تمام روئے زمین کو پاک اور مسجد قرار دینا ہے۔ جب کہ باقی انبیاء کرامؑ کی شریعتوں میں صرف ان کے عبادت خانوں میں ہی عبادت کرنا جائز تھا۔ شریعت محمدیہ ﷺ میں چند مستثنیات[۳] کے سوا تمام زمین کو مسجد بنایا جا سکتا ہے۔

زیر نظر مقالہ میں مسجد کے متعلق اسلامی تصور، فضائل مسجد، تاریخ مسجد، مسجد کی معاشرتی اہمیت اور دیگر اہم پہلوؤں پر بحث کی جائے گی۔

مسجد کا لغوی و اصطلاحی مفہوم

مسجد کا لفظ س۔ج۔د سے مشتق ہے جس کے متعدد معانی ہیں:

(i) سجد کا معنی "خضع" ہے۔ یعنی خشوع و خضوع کے ساتھ سر جھکانا ہے[۴]

(ii) دوسرا معنی "ذل" ہے۔ یعنی خود کو بے وقعت کر دینا[۵]

چونکہ زمین پر پیشانی رکھنا یا عاجزی و انکساری سے خود کو جھکانا بھی خود کو بے وقعت کرنے کے مترادف ہے۔ اس لیے مسجد ان معانی میں مستعمل ہوتا ہے۔

امام راغب اصفہانی (م ۵۰۲) نے مسجد کا معنی عاجزی اور فروتنی بھی تحریر کیا ہے[۶] اسی مادے سے اسم فاعل "ساجد" (سجدہ کرنے والا) اور اسم ظرف "مسجد" (سجدہ کرنے کی جگہ) ہے۔

شریعت کی اصطلاح میں سجدہ سے مراد اللہ تعالیٰ کے آگے عاجزی اور اس کی عبادت کے لیے جھکنا ہے[۷]

مسجد کو دونوں طرح پڑھا جاتا ہے۔ یعنی جیم پر زبر اور زیر کے ساتھ (مَسْجَدْ، مَسْجِدْ)۔ بہرحال مسجد سے مراد ہر وہ جگہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے[۸]

شریعت کی اصطلاح میں مسجد سے مراد وہ مقام ہے جہاں مسلمان بغیر کسی روک ٹوک کے اللہ تعالیٰ کی عبادت کر سکیں[۹]

مسجد کو مسجد کہنے کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں سب سے اعلیٰ شان والی کیفیت سجدہ ہے اس لیے اس کی اہمیت اور نماز کی غرض و غایت کو اُجاگر کرنے کے لیے عبادت گاہ کا نام "معبد" کی بجائے مسجد رکھا گیا۔

قرآن مجید میں مسجد کا لفظ اٹھائیس بار آیا ہے[10] جب کہ ان کے علاوہ بھی کئی مقامات پر مسجد کی طرف ارشارہ کرکے اس کی فضیلت و اہمیت بیان کی گئی۔

فضائل مسجد

اسلام میں مسجد کے فضائل متعدد پہلوؤں سے بیان کیے گئے ہیں جن میں سے چند اہم کا ذکر بیان کیا جاتا ہے۔

مساجد کو آباد کرنا

مساجد آباد کرنے والوں کے متعلق سورۃ توبہ میں ہے:

إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللَّهَ[11]

یعنی اللہ کی مساجد کو آباد کرنے والے وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان لائیں، نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے نہ ڈریں۔

اس آیت سے یہ مفہوم بھی نکلتا ہے کہ مسجد آباد کرنے والے لوگ جنہیں عصر حاضر میں مجلس انتظامیہ کیا جاتا ہے۔ ان صفات کے حامل ہونے چاہییں۔ یعنی ایمان کے پختہ ہوں، پکے نمازی ہوں، اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والے ہوں، ان کی زندگی بے عیب و بے داغ ہو وہ امانت و دیانت کے مظہر ہوں۔ رزق حلال کماتے ہوں اور خوف الٰہی سے سرشار ہوں۔ سورۃ نور کی آیت نمبر پانچ میں بھی مساجد آباد کرنے والوں کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ کی محبوب جگہ

مسجد کی دوسری اہم فضیلت یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ پسندیدہ جگہ ہوتی ہے۔ صحیح ابن حبان کی روایت ہے جس میں سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"أَحَبُّ الْبِلَادِ إِلَى اللَّهِ مَسَاجِدُهَا وَأَبْغَضُ الْبِلَادِ إِلَى اللَّهِ أَسْوَاقُهَا"[12]

یعنی شہروں اور بستیوں میں اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ محبوب جگہ مساجد ہیں اور

سب سے مبغوض جگہ ان کے بازار اور منڈیاں ہیں۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی بھی جگہ اور مقام کی فضیلت و شرف کے دو سبب ہوتے ہیں۔ اوّل مکین۔ دوم مکین کی نیت و مقصد۔ چونکہ مسجد میں داخل ہونے والا نیت، اخلاص اور عبادت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتا ہے۔ اس لیے مسجد بابرکت اور اللہ تعالیٰ کی محبوب جگہ ہوتی ہے۔ جب کہ بازار میں اگرچہ نیت عام واضح نہیں ہوتی لیکن پھر بھی وہاں جھوٹ، دھوکہ، بے ایمان اور جھوٹی قسمیں عام ہوتی ہیں اس لیے بازار اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ جگہ ہوتی ہے۔

وسیلۂ نجات مسجد سے دل لگانا مسلمان کے لیے وسیلہ نجات ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث جو حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ، اَلْإِمَامُ الْعَادِلُ وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ رَبِّهِ وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسْجِدِ الخ"[۱۳]

سات آدمی ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنی رحمت کے سائے میں جگہ دے گا اور اُس روز اس کی رحمت کے سوا کوئی دوسرا سایہ نہ ہوگا۔

اوّل: عادل حکمران، **دوم**: وہ نوجوان جس کی نشو و نما اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہوئے ہوئی ہو۔ **سوم**: وہ شخص جس کا حال یہ ہو کہ مسجد کے باہر جانے کے بعد بھی اس کا دل مسجد میں ہی اٹکا رہے، یہانتک کہ وہ مسجد میں آجائے۔ **چہارم**: وہ دو مسلمان جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے باہم محبت کی اور اس پر اکٹھے رہے اور اسی پر الگ ہوئے۔ **پنجم**: وہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اور اس کے آنسو بہہ نکلیں۔ **ششم**: وہ مرد جس کو عورت نے حرام فعل کی دعوت دی اور وہ مرد اُسے جواباً یہ کہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔ **ہفتم**: وہ شخص جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس طرح صدقہ کیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو یہ خبر نہ ہو کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔

اس حدیث سے یہ تصریح ہوتی ہے کہ مسجد کی طرف دل لگانا وسیلہ نجات ہے۔

بارگاہ الٰہی میں حاضری

مسجد کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ مسجد کی طرف جانا درحقیقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری کے مترادف ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مَنْ غَدَا اِلَی الْمَسْجِدِ اَوْ رَاحَ اَعَدَّ اللّٰہُ لَہٗ نُزُلَہٗ مِنَ الْجَنَّۃِ کُلَّمَا غَدَا اَوْ رَاحَ"[4]

جس وقت کوئی شخص صبح یا شام اپنے گھر سے نکل کر مسجد میں جاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اتنی ہی مرتبہ اس کے لیے جنت کی مہمانی کا سامان مہیا کرتا ہے خواہ وہ جتنی بار مسجد میں جائے۔

مسجد میں حاضری کا اجر

وہ نماز جو مسجد میں باجماعت ادا کی جائے اس کا اجر اکیلے نماز پڑھنے سے زیادہ ہوتا ہے۔ اس بات کا ذکر حضور سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک حدیث مبارکہ میں اس طرح فرمایا:

"صَلٰوۃُ الرَّجُلِ فِی الْجَمَاعَۃِ تُضَعَّفُ عَلٰی صَلٰوتِہٖ فِی بَیْتِہٖ اَوْ فِی سُوْقِہٖ خَمْسَۃً وَّعِشْرِیْنَ ضِعْفًا"[5]

وہ نماز جو باجماعت مسجد میں ادا کی جائے اس کا اجر اس نماز سے جو اپنے گھر یا بازار میں ادا کی جائے پچیس گنا زیادہ ہوتا ہے۔

اس لیے کہ گھر میں وضو کرنے کے بعد مسجد میں جاتے وقت ہر قدم پر اس شخص کا ایک درجہ بلند کیا جاتا ہے۔ ایک خطا معاف کی جاتی ہے۔ نیز دوران نماز ملائکہ اس کے لیے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ مسجد میں باجماعت نماز کی ادائیگی سے نماز کے اجر و ثواب میں زیادتی ہوتی ہے اور ملائکہ بھی اس کے لیے دعاگو ہوتے ہیں اسی طرح جب تک آدمی مسجد میں رہے فرشتے اس کے لیے خیر و استغفار کی دعا کرتے ہیں جیسا کہ سنن ابی داود میں ہے۔

"اَلْمَلٰئِکَۃُ تُصَلِّیْ عَلٰی اَحَدِکُمْ مَا دَامَ فِیْ مُصَلَّاہُ الَّذِیْ یُصَلِّیْ فِیْہِ"[6]

ایمان و مسجد کا تعلق

اس سے مراد یہ ہے کہ جو شخص اپنا تعلق مسجد سے بناتا ہے یہ اس کے مومن ہونے کی علامت بن جاتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

"اِذَا رَأَیْتُمُ الرَّجُلَ یَعْتَادُ الْمَسَاجِدَ فَاشْهَدُوا لَهُ بِالْاِیْمَانِ
قَالَ اللہ تعالیٰ اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ"[۱۷]

جب تم کسی آدمی کو دیکھو کہ وہ مسجد سے لگاؤ رکھتا ہے اور اس کی دیکھ بھال کرتا ہے تو اس کے ایمان کی شہادت دے دو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ کی مساجد کو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں۔

اس اجمالی جائزے سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام میں مسجد کی فضیلت کس قدر زیادہ ہے نیز مسجد میں آنا اور باجماعت نماز ادا کرنا کتنا باعث اجر و ثواب ہے۔

تعمیر مساجد

اسلام میں مسجد کے فضائل بیان کرنے کے بعد یہ جاننا بھی ضروری ہوگا کہ تاریخ اسلام میں مساجد کی تعمیر کا آغاز کب ہوا۔ اس کے لیے مختلف عہدوں میں تعمیر مساجد کا ذکر الگ الگ کیا جاتا ہے۔

عہد رسالت میں تعمیر مساجد

قرآن پاک کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس کائنات کی تخلیق کا آغاز مسجد ہی کی تعمیر سے کیا گیا ارشاد ہوتا ہے:

"اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّةَ مُبٰرَکًا"[۱۸]

بے شک سب سے پہلے لوگوں کے لیے جو گھر بنایا گیا وہ مکہ میں ہے اور وہ برکت والا اور عالمین کے لیے منبع ہدایت ہے یعنی مسجد حرام۔

آغاز اسلام میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ارقمؓ کے گھر (دار ارقم) کو ہی مسجد قرار دیا تھا۔ اس مقام پر اس وقت فرض شدہ نمازیں (فجر اور مغرب) باقاعدہ طور پر ادا کی جاتیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت مکہ مکرمہ میں باقاعدہ کوئی مسجد تعمیر نہ ہوئی تھی اور مسجد حرام پر کفار کا مکمل قبضہ تھا۔ البتہ حضرت عمر فاروقؓ کے قبول اسلام کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ نے مسجد حرام

کو اپنا مرکز بنا لیا اگرچہ وہاں پر کفار آپ کو تنگ کرتے، تکالیف دیتے یہاں تک کہ اونٹ کی اوجھڑیاں تک آپ کے جسمِ اقدس پر رکھ دیتے لیکن پھر بھی اسی مسجد میں قرآن کریم کی تعلیم دی جاتی اور صحابہ کرامؓ دینِ اسلام کی تعلیم حاصل کرتے۔

مکہ مکرمہ میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مسجد تعمیر کی تھی۔ اس مسجد کا نام "مسجد ابی بکر" تھا۔ اس مسجد کی تعمیر کا پس منظر مختصراً یہ ہے۔

مکہ مکرمہ میں مسلمانوں کو مخالفین اسلام نے جب بہت زیادہ تکالیف دیں تو بعض لوگوں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ انہی حالات کے پیش نظر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی ہجرت حبشہ کا ارادہ کیا جب آپ مکہ مکرمہ سے باہر نکل کر یمن کی طرف "برک الغماد" کے مقام پر پہنچے تو ایک مکی سردار ابن الدغنہ سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ اس نے سفر کی وجہ پوچھی۔ وجہ سفر معلوم ہونے کے بعد وہ آپ کو مکہ واپس لے آیا اور اس نے مکہ مکرمہ میں آکر یہ اعلان کیا۔ "ابوبکر صدیق میری پناہ میں ہیں" اور ساتھ ہی اس نے آپ کو اپنے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت بھی دی۔ تو پھر آپ نے اپنے گھر کے ایک کونے میں مسجد تعمیر کی۔[19]

اس مسجد کے متعلق علامہ احمد علی سہارنپوری نے لکھا ہے:

"هُوَ أَوَّلُ مَسْجِدٍ بُنِيَ فِي الْإِسْلَامِ"[20]

یہ وہ مسجد ہے جو اسلام میں سب سے پہلے تعمیر کی گئی۔

بیعت عقبہ اولیٰ اور بیعت عقبہ ثانیہ کے بعد یثرب کے چند لوگوں نے اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل کیا تو انھوں نے واپس یثرب (مدینہ منورہ) آکر چند مساجد تعمیر کروائیں لیکن یہ مساجد بھی گھروں اور محلوں میں تھیں۔

ہجرت مدینہ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے بنی عمرو بن عوف کے قبیلے میں قیام فرمایا یہ قبیلہ مدینہ منورہ کے بالائی حصہ "قبا" میں مقیم تھا۔ آپؐ نے یہاں چودہ روز قیام فرمایا یہاں ہی آپؐ نے اسلامی تاریخ کی پہلی باقاعدہ مسجد تعمیر کرنے کا حکم فرمایا۔ اس مسجد کی سمت قبلہ کی تعیین جبریل علیہ السلام نے کی تھی۔ چنانچہ علامہ ابن کثیر (م ۷۷۴ھ) نے لکھا ہے۔

"أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَنَاهُ وَأَسَّسَهُ أَوَّلَ

قُدُومِهٖ وَنُزُولِهٖ عَلٰی بَنِی عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ کَانَ جِبْرِیْل هُوَالَّذِیْ عَیَّنَ لَهٗ جِهَةَ الْقِبْلَةِ[21]

جمہور مفسرین[22] کے نزدیک اسی مسجد قبا کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

" لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ[23]

یعنی یہ وہ مسجد ہے جو پہلے دن سے اللہ تعالیٰ کے خوف اور تقویٰ پر تعمیر کی گئی۔

مسجد قبا ہی وہ مسجد ہے جو مسجد ضرار[24] کے بعد بنائی گئی۔

بہر حال مسجد قبا ہی وہ پہلی مسجد ہے جو عام مسلمانوں کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے تعمیر کی گئی اور جہاں عام مسلمانوں نے مل کر نماز ادا کی۔

مسجد نبوی کی تعمیر کے بعد بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہفتے کے روز اپنے اصحاب کے ہمراہ قبا تشریف لاتے اور اسی مسجد میں نماز ادا کرتے[25]

مسجد نبوی

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ بنی عمرو بن عوف کے ہاں چودہ دن تک قیام فرمایا۔ اس کے بعد آپ مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔ مدینہ منورہ میں آپ کی تشریف آوری سے قبل وہاں سینکڑوں لوگوں نے اسلام قبول کر لیا تھا اور انہوں نے بھی کئی چھوٹی چھوٹی مساجد تعمیر کی تھیں۔

علامہ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) نے اس ضمن میں حضرت جابرؓ کا یہ قول نقل کیا۔

"عَنْ جَابِرٍ قَالَ لَقَدْ لَبِثْنَا بِالْمَدِیْنَةِ قَبْلَ اَنْ یَقْدَمَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِسِنِیْنَ نَعْمُرُ الْمَسَاجِدَ وَنُقِیْمُ الصَّلٰوةَ[26]

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ میں تشریف آوری سے قبل ہم کئی سال سے وہاں پر موجود تھے ہم مساجد بناتے اور ان میں نماز ادا کرتے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے وقت جب مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو آپ کی اونٹنی حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے مکان کے سامنے آکر رکی۔ حضرت انسؓ کے بقول آپ نے اسی جگہ نماز ادا کی اور اس کے بعد آپ نے حکم فرمایا کہ اسی جگہ مسجد تعمیر کی جائے۔ آپ نے وہ زمین دو یتیم بچوں (جن کے نام سہل اور سہیل ہیں) سے دس دینار کے عوض خریدی۔ جب تک مسجد

اور ازواج مطہرات کے حجرے تعمیر نہ ہوئے آپؐ حضرت ابوایوب انصاریؓ کے گھر میں ہی مقیم رہے۔ اس عرصہ میں آپ نے صحابہ کرامؓ کے ہمراہ اسی مسجد کے صحن میں نمازیں ادا کیں[۲۷]

مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں نو مساجد تھیں اور مدینہ منورہ کے قرب وجوار میں مقیم قبائل نے بھی اکتیس مساجد تعمیر کی تھیں جن کے نام امام ابو داؤد نے اپنی مراسیل میں بیان کئے ہیں[۲۸]

ان مساجد میں سے پندرہ مساجد میں متعین ائمہ مساجد کا ذکر علامہ شبلی نعمانی نے سیرت النبیؐ جلد دوم میں "مذہبی انتظامات" کے باب میں کیا ہے۔

ان قبائل کی مساجد میں سے بعض مساجد میں نماز جمعہ بھی ادا کی جاتی چنانچہ مسجد نبوی کی تعمیر کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلا جمعہ قبیلہ عبدالقیس کی مسجد میں پڑھایا جو بحرین کے جواثی نامی گاؤں میں تھی۔ صحیح بخاری میں ہے:

"اَنَّ اَوَّلَ جُمُعَةٍ بَعْدَ جُمُعَةٍ فِی مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی مَسْجِدِ عَبْدِ الْقَیْسِ بِجَوَاثِی"[۲۹]

بہرحال عہد رسالت میں جہاں جہاں اسلام کا پیغام پہنچا وہاں مسجد تعمیر کر کے اذان اور نماز کا سلسلہ شروع کر دیا جاتا اور جہاد کی تیاری جیسے معاملات طے کئے جاتے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ کا ارشادِ گرامی تھا۔

"اِذَا رَأَیْتُمْ مَسْجِدًا اَوْ سَمِعْتُمْ صَوْتًا فَلَا تَقْتُلُوا اَحَدًا"[۳۰]

جب تم کہیں مسجد دیکھو یا اذان کی آواز سنو وہاں کسی شخص کو قتل نہ کرو۔

خلافت راشدہ میں تعمیر مساجد

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مسلمانوں نے جہاں کہیں نقل مکانی کی یا جہاں کہیں مسلمان سپہ سالار جہاد کی غرض سے جاتے تو وہ فتوحات کے بعد سب سے پہلے مسجد تعمیر کرتے پھر اسی مسجد کو اپنی تمام سرگرمیوں کا مرکز قرار دیتے۔ ان سپہ سالاروں کی تعمیر کردہ مساجد کی نوعیت یہ تھی۔

اوّل: وہ شہر جن کو مسلمانوں نے فتح کیا اور مسلمان وہاں جا کر آباد ہو گئے۔ یا وہ شہر جنھوں نے مسلمانوں کی اطاعت قبول کر لی جیسے دمشق مدائن اور یروشلم وغیرہ۔

اہل دمشق نے محرم ۱۴ھ کو حضرت ابو عبیدہؓ کی اطاعت قبول کی اور اس پر مسلمان اس پر قابض ہو گئے، قبضہ کے بعد حضرت ابو عبیدہ نے کلیسا یوحنا کو[۳۱] دو حصوں میں تقسیم کیا اور مشرقی جانب کے حصہ کو مسجد قرار دیا گیا[۳۲]۔

المدائن کو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے ۱۶ھ میں فتح کیا آپ نے یہاں کے مکانات مسلمانوں میں تقسیم کئے اور ایوان کسریٰ کو مسجد قرار دیا[۳۳]۔

یروشلم جو مسلمانوں کا قبلہ اوّل تھا، ۱۷ھ میں حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کے ہاتھوں فتح ہوا حضرت عمر فاروق رضؓ نے یہاں ہیکل سلیمانی کی جگہ ایک مسجد تعمیر کرائی۔

دوم: وہ شہر جو عہد اسلامی میں نئے تعمیر کئے گئے جیسے بصرہ، کوفہ اور خطاط وغیرہ ان شہروں میں باقاعدہ طور پر مساجد تعمیر کی گئیں۔

بصرہ: اس شہر کی بنیاد حضرت عقبہ بن نافع نے رکھی اور اُسے ۱۴ھ میں افواج کے لیے موسم سرما کا مقام بنایا اس شہر کے عین وسط میں ایک مسجد تعمیر کی گئی[۳۴]۔

کوفہ: کوفہ کی بنیاد ۱۷ھ میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے رکھی اس شہر کے درمیان میں بھی ایک مسجد تعمیر کی گئی جو چالیس ہزار آدمیوں کے لیے کافی تھی۔ زیاد نے اسے مزید بیس ہزار افراد کے بیٹھنے کے لیے وسیع کیا۔ اس مسجد کا نقشہ مسجد نبوی کے مشابہہ تھا[۳۵]۔

فسطاط: حضرت عمرو بن العاصؓ نے اس شہر کی بنیاد ایک چھاؤنی کی طرز پہ رکھی۔ اسکندریہ کی فتح کے بعد ۲۱ھ میں یہاں ایک باغ میں مسجد تعمیر کی گئی جو پچاس گز لمبی اور تیس گز چوڑی تھی۔ اس مسجد کی تعمیر میں ایک خاص بات یہ ہے کہ سمت قبلہ متعین کرنے کے لیے حضرت عمرو بن العاصؓ نے اسّی آدمی مقرر کئے لیکن پھر بھی سمت قبلہ مشرق کی طرف زیادہ ہو گئی[۳۶]۔

ان امثلہ سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ نئے آباد کردہ اور مفتوح شہروں میں مسلمان حکمرانوں نے مساجد تعمیر کیں یا کسی موجود عمارت کو مسجد قرار دیا گیا۔ اور اپنی مساجد کو اپنا مرکز قرار دیا۔

خلافت راشدہ کے بعد تعمیر مساجد

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کے بعد تعمیر مساجد کے کئی اسباب ملتے ہیں جن میں سے چند حسب ذیل ہیں:

۱۔ تعمیر مساجد کا پہلا سبب خلافت راشدہ کے بعد یہ تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ کی یاد اتنی تقدس کی حامل ہوگئی کہ جن جن مقامات پر حضور نے نماز ادا کی وہ مقام خاص اہمیت کے حامل ہوگئے۔ عاشقانِ رسول ان مقامات پر نماز کی ادائیگی کو انتہائی قابل ثواب سمجھنے لگے اسی نسبت سے انہی مقامات پر مساجد تعمیر کی گئیں۔

ابن ہشام (م ۲۱۳ھ) نے ایسی مساجد کی تعداد انہتر بتائی ہے اور امام بخاری (م ۲۵۶ھ) نے بھی الجامع الصحیح میں یہ عنوان قائم کیا ہے۔

"بَابُ الْمَسَاجِدِ الَّتِي عَلَى الطُّرُقِ الْمَدِينَةِ وَالْمَوَاضِعِ الَّتِي صَلَّى فِيهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" [۲۷]

- یعنی یہ باب ان مساجد کے متعلق ہے جو مدینے کے راستے میں ہیں اور ان مقامات کے متعلق ہے جہاں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کی۔

۲۔ دوسرا سبب یہ تھا کہ کسی جگہ کو کسی خاص واقعہ یا حوالے سے نسبت رسول ہوئی تو بھی اس مقام پر مسجد تعمیر کی گئی۔ جیسے معجزہ شق القمر جہاں وقوع پذیر ہوا وہاں مسجد تعمیر کی گئی۔[۲۸]

۳۔ اگر کسی جگہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ آپ کی ازواج مطہرات۔ والدین کریمین اور اولاد وامجاد میں سے کسی سے بھی کسی اہم واقعہ کی بنا پر کوئی نسبت ہوئی تو وہاں پر بھی مسجد تعمیر کی گئی۔ جیسے مکہ مکرمہ میں جس جگہ حضرت ماریہ قبطیہؓ کے ہاں حضرت ابراہیمؓ کی ولادت ہوئی وہاں مسجد تعمیر کی گئی جس کا نام "مسجد مشربہ اُم ابراہیم" رکھا گیا۔[۲۹]

۴۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دیگر انبیاء کرام بھی مسلمانوں کے نزدیک قابل احترام تھے لہٰذا بعض انبیاء کرام کے مزارات پر بھی مساجد تعمیر کی گئیں۔ جیسے شام میں حضرت صالح علیہ السلام کے مزار کے ساتھ جامع عسکا تعمیر کی گئی۔[۳۰]

۵۔ انبیاء کرام کے بعد اولیاء عظام تعلق باللہ کے باعث عوام کی نگاہوں میں مقبول سمجھے جانے لگے اور خلفائے راشدین کے بعد اولیاء کرام کے مزارات عوام کی زیارت گاہ کے طور پر زیادہ معروف ہوئے۔ پھر ان مزارات کے ساتھ بھی مساجد کی تعمیر کا سلسلہ شروع ہوا۔ یا اولیاء کرام کو جہاں دفن کیا جاتا اس سے ملحقہ صحن کو مسجد بنا دیا جاتا اور اُسے "قبہ مسجد" کہا جاتا جیسے بغداد میں مزار امام اعظم ابو حنیفہؒ

مزار شیخ عبد القادر جیلانیؒ اور قاہرہ میں امام شافعیؒ کے مزار کے ساتھ مساجد تعمیر کی گئیں۔ پاکستان میں بھی ایسی بے شمار مثالیں ہیں جیسے لاہور میں حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ، حضرت میاں میرؒ اور دیگر کئی اولیاء کرام کے مزارات کے ساتھ مساجد تعمیر کی گئیں۔ اسی طرح ملتان، پاک پتن اور دیگر کئی شہروں میں بے شمار مثالیں موجود ہیں۔

ان مساجد کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ ان مساجد میں سے جو مسجد جس بزرگ کے مزار کے قریب بنائی جاتی اسی بزرگ کے نام سے اس مسجد کا نام رکھ جاتا۔ بعض اوقات مختلف مقامات پر بنائی گئی مساجد کے نام ایک ہی بزرگ کے نام پر رکھ دیے جاتے۔ جیسے امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نام پر ایک مسجد بغداد میں تعمیر کی گئی اور پاکستان میں بھی کئی مساجد کا نام آپ کے نام پر رکھا گیا اسی طرح حضرت ابوہریرہؓ کا مزار مدینہ منورہ میں ہے۔ جب کہ آپ کے نام کی مساجد مقام جیزہ[41] اور فلسطین میں بھی کئی مقامات پر موجود ہیں۔

۶۔ چونکہ مسلمان حکمران پوری قوم کا نمائندہ ہوتا اس لیے مساجد کی تعمیر اس کی مذہبی اور سماجی ذمہ داری سمجھی جاتی اور جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی ریاست کے قیام کے بعد بحیثیت حکمران مدینہ منورہ میں مسجد نبوی تعمیر کرائی اسی طرح آپ کے بعد بھی مسلمان حکمرانوں نے تعمیر مساجد کا سلسلہ جاری رکھا جیسے ابن طولون اور حاکم بامر اللہ نے مصر میں مساجد تعمیر کیں[42]۔ اورنگ زیب عالمگیر نے لاہور میں بادشاہی مسجد تعمیر کی اور یہ سلسلہ آج تک قائم ہے آج بھی اہم شہروں میں حکومت کی طرف سے مساجد تعمیر کی جاتی ہیں۔

۷۔ عہد بنی امیہ سے بعض افراد نے اپنے ذاتی اخراجات پر مساجد کی تعمیر کی طرح ڈالی جیسے کوفہ میں عدی بن حاتم نے مسجد عدی بن حاتم، اشعث نے مسجد اشعث اور سماک بن مخرم نے مسجد سماک بنائی[43]۔ اس کے بعد ایسی مساجد کی تعمیر میں بہت زیادہ اضافہ ہوا۔

فاطمی حکمران الحاکم بامر اللہ نے ۴۰۳ھ میں قاہرہ (مصر) کی مساجد شماری کرائی تو معلوم ہوا کہ اس وقت ۸۰۰ مساجد تھیں[44]۔

مقریزی (م ۸۴۵ھ) نے الخطط میں بغداد کی تیس ہزار مساجد کا ذکر کیا ہے[45]۔ یعقوبی (م ۲۶۰ھ) نے اضافہ میں پندرہ ہزار مساجد کا ذکر کیا۔ ابن عساکر (م ۵۷۱ھ) نے دمشق شہر کے اندر ۲۴۱ اور شہر

کے باہر ۱۴۸ مساجد شمار کیں[٤٦]

ان اعداد و شمار کے مختصر جائزے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مسلمانوں میں تعمیر مساجد کا کتنا شوق تھا۔ عوام میں تعمیر مساجد کا یہ شوق اس لیے پیدا ہوا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

"مَنْ بَنىٰ مَسْجِدًا لِلّٰهِ كَمَفْحَصِ قَطَاةٍ اَوْ اَصْغَرَ بَنَى اللّٰهُ لَهٗ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ"[٤٧]

جو آدمی چڑیا کے گھونسلے کے برابر یا اس سے چھوٹی مسجد بنائے تو اللہ اس کے لیے جنت میں ایک گھر بنائے گا۔

اس کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کی علامات میں سے ایک علامت یہ بھی بیان فرمائی تھی۔

"لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَتَبَاهَى النَّاسُ فِي الْمَسَاجِدِ"[٤٨]

وقوع قیامت سے قبل لوگ اپنی مساجد پر فخر محسوس کریں گے۔

تاریخ اسلام میں یہ شہادت بھی ملتی ہے کہ بعض اوقات بعض افراد اپنی نماز کی ادائیگی کے لیے بھی مسجد تعمیر کر لیتے بقول مقریزی تاج الدین نامی ایک شخص نے ایک مسجد بنوائی جس میں وہ خود اکیلے نماز پڑھتے اور باقی وقت اسی مسجد میں مراقبے میں گذارتے[٤٩] یعقوبی نے بغداد کی ایک مسجد کا ذکر کیا ہے جو دفتر محصولات انباری افسران کے لیے مخصوص تھی۔[٥٠]

بہر حال عہد رسالت سے لے کر آج تک تعمیر مساجد کا یہ سلسلہ جاری ہے بعض اہم مساجد سرکاری طور پر بنائی جاتی ہیں نئی آباد ہونے والی رہائشی کالونیوں میں سرکاری، نیم سرکاری اور پرائیویٹ ادارے مساجد تعمیر کرتے ہیں اور اکثر مقامات پر بعض افراد ایک انجمن کی شکل میں مسجد تعمیر کرتے ہیں۔ اگر کسی مسجد کے ساتھ معقول ذرائع آمدن ہوں تو محکمہ اوقاف اسے اپنی تحویل میں لے لیتا ہے اور خود اس کا نظم و نسق سنبھال لیتا ہے۔ عموماً ایسی مساجد وہ ہوتی ہیں جو مزارات کے ساتھ ملحق ہوتی ہیں۔

اسماء مساجد

عہد رسالت و عہد خلفاء راشدین میں تعمیر ہونے والی مساجد کے نام بالعموم ان کے بانیوں کی نسبت سے یا اس مقام کی نسبت سے رکھے جاتے جہاں وہ مساجد تعمیر کی جاتیں۔ جیسے مسجد ابی بکر، مسجد نبوی اور مسجد قبا وغیرہ۔ اسی طرح اگر کسی مسجد

میں کوئی اہم واقعہ وقوع پذیر ہوتا تو بھی اسی واقعہ کی نسبت سے اُس مسجد کا نام رکھا جاتا جیسے جس مسجد میں تحویلِ قبلہ ہوا اس مسجد کا نام اسی مناسبت سے مسجد قبلتین رکھا گیا۔ جہاں معجزہ شق القمر رونما ہوا وہاں پر بنائی گئی مسجد کا نام مسجد شق القمر رکھا گیا۔

بنی امیہ اور بنی عباسؓ کے دور میں عام طور پر صحابہ کرام اور اولیاء عظام کے ناموں کی نسبت سے مساجد کے نام رکھے جاتے اور مقبرہ والی مساجد اسی بزرگ کے نام سے منسوب کی جاتیں جس کی یادگار میں یا جس کے مقبرہ میں وہ مسجد تعمیر کی جاتی۔

عصر حاضر میں بھی اکثر مساجد کے نام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ اور اولیاء عظام کے ناموں سے منسوب ہیں۔ البتہ بعض مساجد کے نام متبرک مقامات کی مناسبت سے رکھے جاتے۔ جیسے مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ بغداد شریف اور اجمیر شریف وغیرہ۔

اقسام مساجد

تمام مساجد اگرچہ اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں لیکن پھر بھی اقامت صلوٰۃ کی نوعیت سے مساجد کو مختلف اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے۔

۱۔ **جامع مسجد**: جامع مسجد سے مراد وہ مسجد ہے جس میں پانچ وقت کی باجماعت نماز ادا کی جاتی ہے۔ نیز نماز جمعہ کی ادائیگی بھی ہوتی ہو۔

۲۔ **مسجد**: اس سے مراد ہر وہ مسجد ہے جہاں پانچ وقت کی نماز ادا کی جاتی ہو۔ خواہ انفرادی طور پر ہو یا اجتماعی طور پر۔ یا اس مسجد میں عام لوگوں کو نماز کی ادائیگی کی اجازت ہو۔

۳۔ **مصلیٰ**: مصلیٰ کے لغوی معنی جائے نماز ہیں۔ اصطلاح میں مصلیٰ سے مراد وہ جگہ ہوتی ہے جس میں بالعموم صرف ایک محراب ہوتا ہے اور باقی جگہ کھلی ہوتی ہے۔ البتہ اس کے حدود کی نشاندہی دیواروں سے یا کسی اور طریقہ سے کر دی جاتی ہے۔ اس مصلیٰ میں عیدین اور دیگر اجتماعی نمازیں (خسوف، کسوف وغیرہ) ادا کی جاتی ہیں۔ تاریخ طبری میں ہے۔

"وَفِيهَا خَرَجَ إِلَى الْمُصَلَّى فَصَلَّى بِهِمْ صَلٰوةَ الْعِيْدِ وَكَانَ ذٰلِكَ أَوَّلَ خَرْجَةٍ خَرَجَهَا بِالنَّاسِ إِلَى الْمُصَلَّى لِصَلٰوةِ الْعِيْدِ"[۱۵]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مصلیٰ کی طرف نکلے اور آپ نے وہاں عید کی نماز پڑھائی اور یہ لوگوں کو عید کی نماز پڑھانے کے لیے پہلی بار نکلنا تھا۔

اسی طرح صحیح بخاری میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز عید کی ادائیگی کے لیے بنی ہلی کے مصلی میں تشریف لے جاتے[52]

عہد رسالت کے بعد بعض شہروں میں باقاعدہ طور پہ مصلی تعمیر کی گئیں جیسے کوفہ میں کئی مصلی تعمیر کی گئیں[53] مقریزی نے قاہرہ میں آٹھ مصلی کا ذکر کیا ہے[54]

دور حاضر میں بھی کئی شہروں اور دیہاتوں میں عید گاہیں موجود ہیں جہاں عیدین کی نمازیں مسنون طریقے سے ادا کی جاتی ہیں البتہ اب جگہ کی قلت کے باعث ان مصلی (عید گاہوں) کا رواج کم ہو گیا ہے اور عیدین اور تمام اجتماعی نمازوں کو بھی جامع مساجد میں ہی ادا کیا جاتا ہے۔

مسجد کی معاشرتی اہمیت

تعمیر مساجد کا اگرچہ اصل مقصد عبادت الٰہی ہوتا ہے لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے مطالعہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آپ مسجد کو مجالس ذکر اور عبادت الٰہی کے علاوہ دیگر معاشرتی، سماجی اور سیاسی معاملات کے لیے بھی مسجد کو اپنا مرکز و محور قرار دیتے۔

عہد رسالت میں مسجد کو جن پہلوؤں سے مرکز بنایا گیا ان میں سے چند یہ ہیں۔

اجتماعی معاملات اور مسجد

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ جب بھی کوئی اہم معاملہ درپیش ہوتا تو نماز کا وقت ہونے کی صورت میں نماز کے بعد اور نماز کا وقت نہ ہونے کی صورت میں "الصّلوٰۃ جامعۃ" کا اعلان کیا جاتا۔ جب لوگ اکٹھے ہو جاتے تو اہم معاملہ لوگوں کے سامنے پیش کیا جاتا۔ صحیح مسلم میں ہے حضرت ابن جریر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز دوپہر کے وقت ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ قبیلہ بنی مضر کے کچھ لوگ ننگے بدن کمبل اوڑھے اور گلے میں تلواریں لٹکائے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان لوگوں کی اسی حالت دیکھ کر آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور اسی وقت حضرت بلالؓ کو اذان دینے کا حکم دیا اور نماز کے بعد آپ نے لوگوں کو صدقہ و خیرات کی ترغیب دی چنانچہ ان لوگوں کی معاونت کا سامان مہیا کیا گیا[55]

اسی طرح جہاد کی ترغیب بھی لوگوں کو مسجد میں ہی دی جاتی جیسے غزوہ تبوک کی ترغیب مسجد نبوی میں دی گئی۔ جہاد کے بعد جو مال غنیمت آتا وہ بھی مسجد میں ہی تقسیم کیا جاتا۔ نیز اگر کسی اجتماعی معاملہ

میں مشاورت کی ضرورت ہوتی تو بھی صحابہ کرامؓ کو مسجد میں اکٹھا کر کے ان سے مشورہ کیا جاتا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد صحابہ کرامؓ بھی اپنے اجتماعی معاملات اکثر مسجد میں ہی طے کرتے۔ جیسے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت کا فیصلہ ثقیفہ بنی ساعدہ میں ہوا لیکن اسکا باقاعدہ اعلان تیرہ ہجری میں حضرت عمر فاروقؓ نے مسجد نبوی میں ہی کیا۔ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیعت عامہ مسجد نبوی میں ہی ہوئی[56] حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمانؓ کی خلافت کا باقاعدہ اعلان بھی اسی طرح مسجد نبوی میں ہوا۔ ملوکیت کے دور میں بھی خلیفہ کی تخت نشینی کا اعلان بھی مسجد میں کیا جاتا اور یہ الفاظ کہے جاتے۔

"کہ فلاں بن فلاں کو نماز وجہاد کے لیئے والی مقرر کیا جاتا ہے۔"

تقرری حاکم کے علاوہ کسی حاکم کی معزولی کا اعلان بھی مسجد میں کیا جاتا۔ جیسے ۱۹۸ھ میں والی مکہ محمد بن ہارون کو عبداللہ بن مامون کی طرف سے معزول کیا گیا اور اس کا اعلان مسجد حرام میں کیا گیا۔

عہد بنی عباس میں ۳۰۰ھ تک سرکاری املاک کے ٹھیکہ جات بھی مساجد میں ہی بولی کے ذریعہ دیے جاتے[57]

مال غنیمت کی تقسیم

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں جب بھی مال غنیمت آتا تو اکثر و بیشتر مسجد میں ہی لوگوں میں تقسیم کیا جاتا۔ صحیح بخاری میں ہے۔ کہ بحرین سے کچھ مال غنیمت آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

"انْثُرُوهُ فِي الْمَسْجِدِ وَكَانَ أَكْثَرَ مَالٍ أُتِيَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الخ"[58]

اسے مسجد میں پھیلا دو۔ جب آپ نماز کے لیے تشریف لائے تو آپ نے اس کی طرف توجہ نہ کی۔ نماز سے فراغت کے بعد آپ اس مال کے ڈھیر کے پاس بیٹھ گئے اور جو بھی طلب آتا اُسے دے دیتے۔

قیدی باندھنا

آغاز اسلام میں قیدیوں کے لیئے کوئی باقاعدہ جیل نہ تھی اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات قیدیوں کو مسجد میں ہی باندھنے کا حکم جاری فرماتے جیسے ایک شخص کو آپ نے نجد کی طرف بھیجا تو اس نے بنی حنیفہ کے ایک شخص ثمامہ بن اثال کو قید کر کے حضور

کی خدمت میں پیش کیا آپ نے حکم فرمایا اسے مسجد نبوی کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا جائے۔ جب آپ تشریف لائے تو آپ نے فرمایا:

"اَطْلِقُوا ثُمَامَةَ فَانْطَلَقَ اِلٰی نَخْلٍ قَرِیْبٍ مِنَ الْمَسْجِدِ"[59]

ثمامہ کو کھول دو پھر وہ مسجد کے قریب ایک باغ میں چلا گیا جہاں اس نے غسل کیا اور پھر اسلام قبول کیا۔

اسی طرح حضرت شریح رضی بھی کبھی مجرم کو مسجد کے ستون کے ساتھ باندھنے کا حکم دیتے۔

حرابہ

حرابہ سے مراد جنگی مشقیں ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں کبھی کبھی مسجد میں حرابہ ہوتیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی سے مروی ہے کہ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حجرہ کے دروازہ سے حبشہ کے کچھ لوگوں کو مسجد میں چھری وگستہ سے کھیلتے دیکھا[60] اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی چادر میں چھپا لیا، اور میں نے بھی ان کا یہ کھیل دیکھا[61]

عدالتی امور

مسجد کو عدالتی معاملات کے لیے مرکز بنانے کا سلسلہ بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک ہی میں شروع ہوا۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت عدالتی نظم ونسق اور عدالتی طریق کار طویل و پیچیدہ نہ تھا بلکہ یہ نظام اتنا آسان تھا کہ ایک ہی مجلس میں مدعی و مدعا علیہ کے دعویٰ، جواب دعویٰ اور گواہوں کی شہادت سُن کر فیصلہ کر دیا جاتا۔ آپ کی اس عدالت میں ہر شخص کو عدالتی کاروائی سننے کی اجازت ہوتی۔ خلفائے راشدین اور بنی امیہ و بنی عباس کے خلفاء بھی اپنی عدالتیں مسجد میں ہی لگاتے اور ان کے مقرر کردہ گورنر بھی قاضی کی حیثیت سے مساجد میں ہی عدالتیں لگاتے۔

فسطاط میں حضرت عمر فاروق رضی کے حکم سے حضرت عمرو بن العاص رضی نے قیس بن ابی العاص رضی نامی شخص کو قاضی مقرر کیا جو اپنی عدالت مسجد عمرو میں لگاتا۔ اسی طرح شریح رح، شعبی اور یحییٰ بن یعمر بھی مساجد میں ہی بیٹھ کر لوگوں کے فیصلے کرتے[62] مسجد میں عدالتی امور انجام دینے کا فیصلہ بنی عباس کی خلافت تک قائم رہا۔

نکاح

عہد رسالت میں مسجد معاشرتی و مذہبی معاملات کے علاوہ سماجی اور عائلی معاملات کا بھی مرکز رہا چنانچہ نکاح کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اَعْلِنُوا هٰذَا النِّكَاحَ وَاجْعَلُوْهُ فِي الْمَسَاجِدِ" [۶۳]

نکاح کا اعلان کرو اور اُسے مساجد میں منعقد کرو ۔

تعلیمی و تربیتی اور علمی سرگرمیاں

مسجد کا تعلیم و تدریس کے لیے استعمال بھی عہد رسالت میں مروج تھا۔ سب سے پہلے مسجد نبویؐ میں "صفّہ" کے نام پر ایک مدرسہ قائم کیا گیا جس کے طلبار کو "اصحاب صفّہ" کہا جاتا تھا۔ ان کی تعداد ستّر سے چار سو تک تھی [۶۴] ان طلبار کے قیام و طعام اور درس و تدریس کا انتظام مسجد نبویؐ میں ہی ہوتا۔ اس تعلیمی مرکز میں تعلیم کا آغاز حفظ و فہم قرآن سے ہوا اس کے بعد حدیث کا اتنا علم دیا جانے لگا جس سے ایک مسلمان صحیح طور پر قرآن و حدیث کے مطابق اپنی زندگی بسر کر سکتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد صحابہ کرام بھی مسجد کو بطور علمی مرکز کے استعمال میں لاتے۔ حضرت عمرؓ نے کئی مقامات پر قرآ کو بھیجا کہ وہ ہر جمعۃ المبارک کو مسجد میں قرآن پاک کی تعلیم دیا کریں۔ دوسری صدی ہجری سے اگرچہ باقاعدہ مدارس تعمیر کیے گئے لیکن ان مدارس کی تعمیر بھی مساجد سے ملحق ہوتی۔

شفا خانہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

"اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ عِلْمُ الْاَدْیَانِ وَعِلْمُ الْاَبْدَانِ" [۶۵]

یعنی علم دو ہی ہیں ۔ ایک علم طب اور دوسرا علم دین ۔

اس بنا پر مسجد نبوی کو بطور شفا خانہ کے بھی مرکز قرار دیا گیا۔ جہاں بالخصوص جنگی زخمی قیدیوں کا علاج کیا جاتا۔ اس مرکز کی انچارج حضرت رفیدہؓ تھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے۔ کہ حضرت سعد بن معاذؓ کو جنگ خندق میں رگ اکحل پر زخم لگ گیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی میں ایک خیمہ نصب کیا تاکہ قریب سے ان کی عیادت کریں [۶۶]

ابن طولون نے بھی ۲۶۱ھ میں اپنی مسجد میں غریبوں کے لیے شفا خانہ تعمیر کیا [۶۷]

اس مختصر جائزے سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام میں مسجد مذہبی امور کی ادائیگی کے علاوہ سیاسی، معاشی، معاشرتی اور اجتماعی سرگرمیوں کا بھی مرکز ہوتی ہے۔

آداب مسجد

مسجد کے آداب متعدد جہتوں پر محیط ہیں جیسے مسجد میں آنا، مسجد سے نکلنا، مسجد کی صفائی، مسجد میں بیٹھنا اور دیگر معاملات وغیرہ۔ ان میں ہر پہلو تفصیل طلب ہے۔

لیکن یہاں اختصار کے پیش نظر چند اہم آداب کا ذکر کیا جاتا ہے۔

پاکیزگی نیت

مسجد میں آنے کے لیے آدمی کی نیت پاک اور خیر کی ہونی چاہیے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جو شخص میری مسجد میں خیر کی نیت سے آئے اس کی مثال مجاہد فی سبیل اللہ کی ہے اس نیت کے بغیر آنے والے شخص کی مثال اس آدمی کی طرح ہے جو دوسروں کی چیزوں کو للچا کر دیکھ رہا ہو[۶۸]

باوضو آنا

مسجد میں آنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ آدمی گھر سے باوضو ہو کر چلے کیونکہ ایسی صورت میں مسجد میں ادائیگی نماز کا زیادہ ثواب ہوتا ہے۔ صحیح بخاری میں ہے "تفضیل صلوٰۃ الجمع علی صلوٰۃ احدکم وحدہ بخمسۃ وعشرین[۶۹]" آدمی کی باجماعت نماز اس کی اس نماز سے جو گھر اور بازار میں ادا کی جائے پچیس[۲۵] گنا زیادہ فضیلت والی ہوتی ہے یہ اس لیے کہ اس نے اس نماز کو اس کے ساتھ ادا کیا اور وہ محض نماز کی نیت سے گھر سے نکلا وہ شخص جو بھی قدم اٹھائے گا اس کے بدلے اس کا ایک درجہ بلند ہو گا ایک گناہ معاف ہو گا۔

باوقار آنا

مسجد میں باوقار آنے سے مراد یہ ہے کہ مسجد کی طرف کس رفتار سے آیا جائے۔ تو جس وقت آدمی مسجد کی طرف آئے تو اُسے چاہیے کہ وہ وقار، اعتدال اور سکون سے مسجد کی طرف آئے۔ ایسی رفتار ہرگز اختیار نہ کی جائے جو عوام کی نظروں میں مضحکہ خیز ہو۔ اور دوران سفر لہو و لعب، ہنسی مذاق اور ناجائز چیزوں کی طرف نظر ڈالنے سے پرہیز کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے نماز کے لیے اس طرح آؤ کہ تم پہ وقار و اطمینان ہو۔ جو نماز پا لو پڑھ لو اور جو چھوٹ جائے اُسے پورا کر لو جب تم میں سے کوئی نماز کا ارادہ کرتا ہے تو وہ گویا نماز میں ہوتا ہے[۷۰]

مسجد میں داخل و خارج ہونا

ایک مسلمان کو یہ چاہیے کہ وہ جب مسجد کے دروازے پر پہنچے تو مسجد میں پہلے دایاں پاؤں رکھے اور پھر بایاں۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت اگرچہ متعدد دعائیں پڑھنا کتب حدیث میں موجود ہیں لیکن ایک دعا جو عام معروف اور مسنون ہے وہ یہ ہے؛

"اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ"

یعنی اے اللہ تو میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔

اسی طرح جب نماز سے فارغ ہو اور مسجد سے باہر نکلنے تو پہلے بایاں پاؤں اور پھر دایاں پاؤں نکالے اور یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ وَمِنْ رَحْمَتِكَ [۷۱]

اے اللہ میں تجھ سے تیرا فضل اور تیری رحمت کا سوال کرتا ہوں۔

سلام کرنا مسجد میں داخل ہونے کے بعد ہر مسلمان کو چاہیے کہ اگر کوئی مرد مسجد میں ہو تو اُسے سلام کہے کیونکہ سورۃ نور میں ہے۔

فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُیُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰی اَنْفُسِكُمْ تَحِیَّةً مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ [۷۲]

جب تم گھروں میں داخل ہو تو اپنے لوگوں کو سلام کرو جو کہ دعا کے طور پر ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے برکت والی اور پاکیزہ ہے۔ البتہ اگر کوئی شخص موجود نہ ہو تو پھر کیا جائے۔

"اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا مِنْ رَّبِّنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِیْنَ" [۷۳]

تحیۃ المسجد اگر مسجد میں آنے والے کے لیے وقت ہو اور وقت مکروہ نہ ہو تو اُسے چاہیے کہ دو رکعت نماز تحیۃ المسجد پڑھے صحیح بخاری میں ہے۔

"اِذَا دَخَلَ اَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْیَرْكَعْ رَكْعَتَیْنِ قَبْلَ اَنْ یَّجْلِسَ" [۷۴]

جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو اس کو بیٹھنے سے قبل دو رکعت نماز پڑھنی چاہیے۔

اگر کوئی بیٹھ بھی جائے تو بھی تحیۃ المسجد پڑھ سکتا ہے البتہ خلاف اولیٰ ہے [۷۵]

یہ وہ چند آداب ہیں جو مسجد میں جانے والے ہر شخص کو پیش نظر رکھنے چاہیے۔

امور مکروہ آداب مسجد کے بعد ان امور کا ذکر کرنا بھی ضروری ہوگا جن کی مسجد میں ادائیگی ممنوع اور ناپسندیدہ ہے۔ ان امور ممنوعہ کا ذکر کتب حدیث و فقہ میں تفصیلاً موجود ہے یہاں پر چند ممنوع امور کا ذکر کیا جاتا ہے۔

دنیاوی باتوں سے اجتناب

دنیاوی باتوں سے مراد وہ باتیں ہیں جن کا بظاہر دین سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ چونکہ مساجد اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے ذکر کے لیے بنائی جاتی ہیں لہٰذا مسجد میں ایسی باتوں کا کرنا بھی ممنوع ہے جو امورِ مباحہ سے متعلق ہوں۔

قرآن پاک میں ہے:

"اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا"[76]

بلاشبہ مساجد اللہ تعالیٰ ہی کی ہیں لہٰذا ان میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو مساجد میں نہ پکارو۔

اس آیت کے تحت امام جصاص (م ۳۷۰ھ) نے لکھا ہے۔

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسجد کو دنیاوی کاموں سے پاک صاف رکھنا واجب ہے جیسے خرید و فروخت دستکاری وغیرہ اور ایسی باتیں کرنا جو بے فائدہ ہوں اسی طرح وہ باتیں کرنا بھی ممنوع ہیں جو نادانی کی باتیں ہوں[77]

ملّا احمد جیون (م ۱۱۳۰ھ) نے تفسیرات احمدیہ میں لکھا ہے کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسجد میں دنیوی بات چیت ممنوع ہے[78]

گم شدہ اشیاء کی تلاش

گمشدہ چیزوں کی تلاش بھی مسجد میں ممنوع ہے اور آداب مسجد کے خلاف ہے، سنن الکبریٰ للبیہقی میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مسجد میں گم شدہ چیز کی تلاش کے لیے اعلان کرے تو اس کا اعلان سن کر یہ کہو۔

"لَا رَدَّهَا اللّٰهُ اِلَيْكَ اِنَّ الْمَسٰجِدَ لَمْ تُبْنَ لِهٰذَا"[79]

یعنی اللہ تعالیٰ اس کی چیز اُسے نہ لوٹائے کیونکہ مساجد اس مقصد کے لیے نہیں بنائی گئیں۔

اسی طرح اور بھی متعدد روایات صحیح بخاری، صحیح مسلم اور دیگر کتب احادیث میں موجود ہیں۔

خرید و فروخت

مسجد میں جو امور ممنوع ہیں ان میں سے ایک امر یہ بھی ہے کہ مسجد میں خرید و فروخت نہ کی جائے اس ضمن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح ارشاد موجود ہے۔ آپ نے فرمایا:

"اِذَا رَأَیْتُمْ مَنْ یَبِیْعُ اَوْ یَبْتَاعُ فِی الْمَسْجِدِ فَقُوْلُوْا لَا اَرْبَحَ اللّٰہُ تِجَارَتَکَ" [۴۰]

جب تم ایسے شخص کو دیکھو جو مسجد میں کسی چیز کی خرید و فروخت کر رہا ہے تو تم کہو کہ اللہ تعالیٰ تیری تجارت میں تجھے فائدہ نہ دے۔

نماز جنازہ مسجد میں نماز جنازہ کی ادائیگی بھی ممنوع ہے۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص مسجد میں نماز جنازہ پڑھے گا اُسے کچھ نہیں ملے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی نمازِ جنازہ مسجد میں نہ پڑھتے۔ اسی لیے فقہاء احناف و مالکیہ کے نزدیک نماز جنازہ کی مسجد میں ادائیگی مکروہ ہے۔

زاد المعاد میں ہے:

"اَنَّ سُنَّتَہٗ وَھَدْیِہِ الصَّلٰوۃُ عَلَی الْجَنَازَۃِ خَارِجَ الْمَسْجِدِ اِلَّا لِعُذْرٍ وَکِلَا الْاَمْرَیْنِ جَائِزٌ وَالْاَفْضَلُ الصَّلٰوۃُ عَلَیْھَا خَارِجَ الْمَسْجِدِ" [۴۱]

یعنی آپؐ کی سنت مسجد سے باہر نماز جنازہ پڑھنے کی ہے البتہ کسی عذر کے وقت مسجد میں پڑھی جا سکتی ہے لیکن افضل مسجد سے باہر نماز جنازہ پڑھنا ہی ہے[۴۲]

ان امور کے علاوہ مسجد میں عام آدمی کے لیے سونا مکروہ ہے البتہ مسافر اور معتکف کے لیے جائز ہے بدبودار اشیاء کا مسجد میں کھانا بھی مکروہ تحریمی ہے جیسے لہسن، پیاز اور سگریٹ وغیرہ بلکہ ایسے شخص کو جس کے منہ سے بو آرہی ہو کو مسجد آنے سے منع کیا گیا ہے۔ سنن ابن ماجہ کی ایک روایت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نو امور کو مسجد میں کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

"لا یتخذ طریقا ولا یشھر فیہ سلاح ولا یقبض فیہ بقوس ولا ینثر فیہ نبل ولا یمر فیہ بلحم نیئ ولا یضرب فیہ حد ولا یقتص فیہ من احد ولا یتخذ سوقا" [۴۳]

مسجد میں راستہ نہیں بنانا چاہیے ہتھیار نہیں کھینچنے چاہییں۔ (جیسے تلوار وغیرہ ننگا کرنا) کمان نہیں پکڑنی چاہیے۔ (تیر مارنے کے لیے) تیر نہیں نکالنا چاہیے، کچا گوشت لے

کہ مسجد سے نہ گزرنا چاہیے۔ کسی کو حد نہ مارنا۔ کسی سے قصاص نہ لینا اور اس کو بازار نہ بنانا۔

اسی طرح ایک اور حدیث جو واثلہ بن اسقع سے مروی ہے۔ میں فرمایا اپنی مساجد کو اپنے بچوں، دیوانوں، خرید و فروخت، جھگڑوں، بلند آواز کرنا، حد قائم کرنا اور تلواریں کھینچنے سے دور رکھو۔ اس کے علاوہ مسجد میں ایسے اشعار پڑھنا جو وعظ و حکمت سے خالی ہوں یا عشقیہ اشعار ہوں یا ان میں کسی کی مذہب ہو یا بیہودہ اشعار ہوں آداب مسجد کے خلاف اور حرام ہیں۔ مسجد میں سوال کرنا حرام ہے اور سوالی کو دینا مکروہ ہے[۵۴]

درجات مسجد شریعت محمدیہ میں اگرچہ بنیادی طور پر تمام زمین طاہر قرار دی گئی ہے۔ لیکن بعض مناسبات کی بنا پر بعض مقامات کو بعض پر فضیلت دی گئی ہے۔ جو مقام افضلیت کے لحاظ سے جتنا متبرک ہے وہاں نماز کی ادائیگی کا ثواب اتنا ہی زیادہ ہے فضائل و درجات کے لحاظ سے مساجد کی تقسیم یہ ہے۔

۱۔ مسجد حرام روئے زمین کی تمام مساجد میں سے سب سے زیادہ افضلیت والی مسجد "مسجد حرام" ہے اس ضمن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"صَلٰوۃٌ فِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَفْضَلُ مِنْ مَائَۃِ الف صَلٰوۃ فیما سِوَاہُ"[۵۵]

مسجد حرام میں ایک نماز کی ادائیگی کا ثواب دیگر مقامات سے ایک لاکھ گنا زیادہ ہے۔

۲۔ بیت المقدس بیت المقدس میں نماز ادائیگی کا ثواب مسجد حرام سے کم ہے۔ ابن ماجہ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیت المقدس میں ایک نماز کی ادائیگی کا ثواب پچاس ہزار نماز کے مساوی ہے[۵۶]

۳۔ مسجد نبوی مسجد نبوی اور بیت المقدس میں نماز ادا کرنے کا ثواب برابر ہے۔ یعنی یہاں بھی ایک نماز کے ادا کرنے سے پچاس ہزار نماز کا ثواب ملتا ہے[۵۷]

۴۔ مسجد قبا مسجد قبا کی فضیلت کے ضمن میں ترمذی کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد قبا میں نماز ادا کرنے کا ثواب عمرہ کی طرح ہے[۵۸]

۵ - جامع مسجد | گھر میں نماز ادا کرنے کا ثواب ایک نماز کا ملتا ہے محلہ کی مسجد میں پچیس[۲۵] نمازوں کا اور شہر کی جامع مسجد نماز ادا کرنے کا ثواب پانچسو[۵۰۰] گنا ہے ۔

خلاصہ یہ کہ اسلام میں مسجد بہت اہمیت کی حامل ہے تاریخ اسلام میں اس کی عظمت اس بنا پر تھی کہ مسجد تمام سیاسی ، مذہبی ، معاشرتی اور دینی سرگرمیوں کا مرکز و محور تھی حکمرانوں اور عوام کا اس سے مکمل رابطہ تھا آج مسجد کی وہ عظمت باقی نہیں رہی جس کا بڑا سبب یہ ہے کہ ہم نے اُسے محض ذکر و عبادت تک محدود کر دیا ہے ۔

آج بھی یہ عظمت رفتہ بحال ہو سکتی ہے بشرطیکہ ہم ماضی کی طرح اپنا تعلق مسجد سے استوار کریں اور اپنی تمام مثبت سرگرمیوں کا مرکز مسجد کو قرار دیں ۔

مراجع وحواشی

۱۔ بقرہ : ۲۵۳

۲۔ امام مسلم، الجامع الصحیح (کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ) مطبعہ علیمی، دہلی، ۱۳۴۸، ج ۱، ص ۱۹۹

۳۔ وہ مستثنیات یہ ہیں۔ کوڑا کرکٹ کے ڈھیر، عام گزرگاہ، حمام (نہانے کی جگہ) جانوروں کے پانی پلانے کی جگہ، اکھاڑے، قبرستان، کعبۃ اللہ کی چھت اور وہ جگہ جہاں عذاب الٰہی کا نزول ہوا ہو۔ ان میں اکثر مقامات من وجہ ممنوع ہیں جب کہ بیت اللہ کی چھت پہ بے ادبی کے پیش نظر نماز پڑھنا مکروہ ہے

(عبدالرحمٰن الجزیری، کتاب الفقہ، محکمہ اوقاف، لاہور، ۱۹۷۷ء، ج ۱، ص ۴۰۴ - ۱۴۱۴
ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ (کتاب المساجد، باب المواضع التی تکرہ فیہا الصّلوٰۃ) ص ۵۴؛
بیہقی، السنن الکبریٰ، ج ۲، ص ۴۵۱)

۴۔ مرتضیٰ زبیدی، تاج العروس، مطبعۃ الخیریہ، مصر، ۱۳۵۶ھ ج ۲، ص ۳۷۱۔

۵۔ ابن منظور، لسان العرب، دار صادر بیروت، ۱۳۰۰ھ، ج ۳، ص ۲۰۴

۶۔ راغب اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن، نور محمد، کراچی (ت۔ن) ص ۲۷۳

۷۔ عمیم الاحسان مجددی، القواعد الفقہ، صدف پبلشرز کراچی، ۱۴۰۶ھ، ص ۳۱۹

۸۔ ابن منظور، لسان العرب، ج ۳، ص ۲۰۴

۹۔ ابو حبیب سعدی، القاموس الفقہی، دارالفکر، بیروت، ۱۹۸۲ء، ص ۱۶۷

۱۰۔ محمد فواد عبدالباقی، المعجم المفہرس، دار ومطابع الشعب، مصر، ۳۴۵

۱۱ ۔ توبہ : ۱۸

۱۲ ۔ ابن حبان علاؤ الدین علی ۔ صحیح ابن حبان (باب المساجد، حدیث نمبر ۱۵۱۸)
موسسۃ الرسالۃ، مصر، ج ۴، ص ۶۵

۱۳ ۔ امام بخاری، الجامع الصحیح، (کتاب الاذان، باب من جلس فی المسجد) نور محمد کراچی،
۱۳۵۷، ج ۱، ص ۹۱ ۔

۱۴ ۔ ایضاً ، (کتاب الاذان ، باب فضل من غدا الی المسجد ومن راح) ج ۱، ص ۹۱

۱۵ ۔ ایضاً ، (کتاب الاذان، باب وجوب صلوۃ الجماعۃ) ج ۱ ، ص ۸۹

۱۶ ۔ ابوداؤد، سنن ابی داؤد (کتاب الصلوٰۃ ، باب فضل القعود فی المسجد)
نور محمد، کراچی، ۱۳۶۹ھ، ج ۱ ، ص ۶۷

۱۷ ۔ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، (کتاب الصلوٰۃ، باب لزوم المساجد وانتظار
الصلوٰۃ) ص ۵۸

۱۸ ۔ آل عمران ۹۶

۱۹ ۔ بخاری، الجامع الصحیح ، (کتاب المناقب، باب معجزۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم)
ج ۱ ، ص ۵۵۲

۲۰ ۔ ایضاً

۲۱ ۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم ، المکتبۃ التجاریہ، مصر، ۱۹۳۷ء، ج ۲ ، ص ۳۸۹

۲۲ ۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، ۱۹۸۱ء، ج ۷، ص ۲۴۵

۲۳ ۔ توبہ ۱۰۸

۲۴ ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب مسجد قبا میں جب نماز پڑھنے جاتے تو منافقین نے بھی ایک جگہ مسجد تعمیر کی تھی جس سے ان کا مقصد مسلمانوں کی ضرر رسانی تھا مسجد کی تعمیر کے بعد منافقین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ بھی وہاں جاکر نماز ادا کریں ۔ تو وہاں باقاعدہ نماز باجماعت کا آغاز ہو جائے گا اس وقت آپ جنگ تبوک کی تیاریوں میں مصروف تھے آپ نے فرمایا کہ تبوک سے واپسی پر میں نماز پڑھوں گا واپسی پر سورۃ توبہ کی آیات نمبر ۱۰۷ - ۱۱۰

نازل ہوئیں جن میں آپ کو وہاں نماز کی ادائیگی سے منع کر دیا گیا۔ اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس مسجد کو آگ لگا کر منہدم کر دیا گیا اس مسجد کی تعمیر میں قبیلہ خزرج کے بارہ آدمی شریک تھے جن میں ابو عامر زیادہ محرک تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ سے قبل انھوں نے عیسائیت اختیار کر کے رہبانیت اختیار کر لی تھی اور مدینہ کے لوگ انہیں بڑے احترام سے دیکھتے تھے اسلام کے بعد اس نے اسلام کی مخالفت کرنا شروع کر دی اور اسی مسجد کو بطور مرکز استعمال کرنے لگے۔ قرآن مجید نے اس مسجد کی تعمیر کے منفی مقاصد بیان کیے ہیں ۱۔ مسلمانوں کو نقصان پہنچانا۔ ۲۔ مقاصد کفر کی تکمیل۔ ۳۔ قبا کی آبادی کی تقسیم۔ ۴۔ دشمنان اسلام کے لیے کمین گاہ بنانا (ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، ج ۲، ص ۳۸۹)

۲۵۔ ایضاً، بخاری۔ الجامع الصحیح، (کتاب التہجد، باب من اتی مسجد قبا کل سبت) ج ۱ ص ۳۵۹

۲۶۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ج ۷، ص ۲۴۵

۲۷۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ المکتبہ الفاروقیہ، ملتان، ۱۹۷۷ء، ج ۲ ص ۱۲-۱۳
ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ج ۷، ص ۲۴۶

۲۸۔ ابو داؤد، سنن ابی داؤد، (کتاب المراسیل) ج ۲، ص ۹

۲۹۔ بخاری، الجامع الصحیح، (کتاب الجمعہ، باب الجمعۃ فی القری والمدن) ج ۱ ص ۱۲۲

۳۰۔ ابو داؤد، سنن ابی داؤد، (کتاب الجہاد، باب فی دعاء المشرکین) ج ۱، ص ۳۵۲
امام احمد، مسند احمد، دار صادر، بیروت (ت۔ن) ج ۳، ص ۴۸۴

۳۱۔ علماء نے کلیسا کو مسجد بنانا اس حدیث کی بنا پر جائز قرار دیا ہے جو ابن العاص سے مروی ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل الطائف کے متعلق فرمایا تھا۔ "ان یجعل مسجدا الطائف حیث کان طاغیتھم" طائف میں اس جگہ مسجد بنائی جائے جہاں ان کا معبد تھا (ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، ابواب المساجد والجماعات، باب این یجوز بناء المسجد، ص ۵۴)

۳۲ ۔ ابو العباس احمد بن یحییٰ بلاذری، فتوح البلدان ۔ ای جے برل، لندن ۱۸۶۶ ص ۱۲۵
۳۳ ۔ طبری، تاریخ طبری ۔ ای۔ جے برل، لندن ۱۸۹۳ء، ج ۱، ص ۲۴۴۳
۳۴ ۔ یاقوت حموی، معجم البلدان۔ دار صادر، بیروت، ۱۹۵۵ء، ج ۱، ص ۴۳۲
بلاذری، فتوح البلدان ۔ ص ۳۲۶
۳۵ ۔ یاقوت حموی، معجم البلدان، ج ۴، ص ۴۹۱ ۔ بلاذری ۔ فتوح البلدان، ص ۴۳۸
۳۶ ۔ یاقوت حموی معجم البلدان، ج ۴، ص ۲۶۵
۳۷ ۔ بخاری، الجامع الصحیح ۔ کتاب الصلوٰۃ ۔ باب المساجد التی علی طرق المدینہ،
ج ۱، ص ۶۹
۳۸ ۔ محمد بن احمد جبیر اندلسی، رحلہ ابن جبیر، دار صادر بیروت، ۱۹۵۹ء، ص ۴۱۱
۳۹ ۔ دائرہ معارف اسلامیہ ۔ پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ج ۲۰، ص ۶۰۵
۴۰ ۔ ابن جبیر، احلہ ابن جبیر، ص ۲۷۶
۴۱ ۔ جیرہ مکہ مکرمہ کے قریب ایک گاؤں کا نام ہے اسی طرح حجاز کے مقام دیار کنانہ میں بھی جیرہ ایک جگہ کا نام ہے (یاقوت، معجم البلدان، ج ۲، ص ۱۹۹)
۴۲ ۔ مقریزی الخطط، موسسۃ الحلبی، قاہرہ، (ت۔ن) ج ۲، ص ۲۶۸
۴۳ ۔ طبری، تاریخ طبری، ج ۱، ص ۲۶۵۳
۴۴ ۔ مقریزی، الخطط، ج ۲ ص ۴۰۹
۴۵ ۔ ایضاً
۴۶ ۔ ابن عساکر، تاریخ ابن عساکر، المکتبۃ العربیہ، دمشق، ۱۳۵۱ھ، ج ۴ ص ۳۸۳
دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۲۰، ص ۶۱۰
۴۷ ۔ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، (ابواب المساجد، باب من بنی مسجداً) ص ۵۳-۵۴
۴۸ ۔ ابن ماجہ، سنن ماجہ، ص ۵۴
۴۹ ۔ مقریزی، خطط، ج ۲ ص ۲۵۳
۵۰ ۔ یعقوبی احمد بن ابی یعقوب، کتاب البلدان، ۱۸۹۲ء، ص ۲۵۴ - ۵۷

۵۱ ۔ طبری ، تاریخ طبری ، ج ۱ ، ص ۱۲۸۱

۵۲ ۔ بخاری ، الجامع الصحیح ، کتاب العیدین ، ج ۱ ص ۹۰ ، سمہودی ، وفا الوفا ج ۳ ص ۷۸۱

۵۳ ۔ طبری ، تاریخ طبری ، ج ۳ ص ۲۲۴۴

۵۴ ۔ مقریزی ، خطط ج ۲ ص ۴۵۴

۵۵ ۔ مسلم ، الجامع الصحیح ۔ (کتاب الزکوٰۃ ، باب الحث علی الصدقۃ) ج ۱ ص ۳۲۷

امام احمد ، مسند احمد ، ج ۴ ، ۳۵۸

۵۶ ۔ ابن اثیر ، الکامل فی التاریخ ، دار صادر بیروت ۱۹۶۵ء ، ج ۲ ص ۳۳۲

۵۷ ۔ امیر الدین ۔ دعوت وتبلیغ میں مسجد کا کردار ، دعوۃ اکیڈمی اسلام آباد ص ۲۶

۵۸ ۔ بخاری ، الجامع الصحیح (کتاب الصلوٰۃ ، باب القسمۃ وتعلیق القنو فی المسجد)
ج ۱ ص ۶۰

۵۹ ۔ ایضاً ، (کتاب الصلوٰۃ ، باب الاغتسال اذا اسلم) ج ۱ ص ۶۶

۶۰ ۔ ایضاً ، باب اصحاب الحراب فی المسجد ج ۱ ص ۶۵

مسلم ، الجامع الصحیح ، (کتاب العیدین ، باب لعب الجواری) ج ۱ ، ص ۲۹۲

۶۱ ۔ اس حدیث کے متعلق ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ یہ حدیث فی بیوت اذن اللہ ان ترفع ویذکر فیہ (نور ۳۶) سے منسوخ ہے ۔ بعض کے نزدیک یہ جگہ خارج مسجد تھی اور جہاد کے وقت مجاہدوں نے یہ مشق کی تھی فتح الباری ، ج ۱ ص ۵۴۹

۶۲ ۔ یوسف کندی ، کتاب الولاۃ والقضاۃ ، مطبع الاباء الیسوعیین ، بیروت ص ۳۰

۶۳ ۔ ترمذی ، جامع ترمذی ، (کتاب النکاح ، باب ماجاء فی اعلان النکاح) ج ۲ ص ۱۴۹

۶۴ ۔ شبلی نعمانی ، سیرت النبی ، نیشنل بک فاونڈیشن ، اسلام آباد ، ۱۹۸۱ء ، ج ۱ ص ۴۲۹

۶۵ ۔ معین الدین رہبر فاروق ، اسلامی طب ، کاشف پبلشرز ، لاہور ، ۱۹۸۵ء ، ص ۲

۶۶ ۔ ابن حجر عسقلانی ، الاصابہ فی تمیز الصحابہ ، مکتبہ الکلیات الازہریہ مصر ، ۱۹۷۶ء ، ج ۱۲ ، ص ۲۵۵

عمر رضا کحالہ ۔ اعلام النساء موسسہ الرسالۃ بیروت ۱۹۷۷ء ، ج ۱ ص ۴۵۱

ابن سعد ، الطبقات الکبریٰ ، دار صادر ، بیروت ، (ت ۔ ن) ج ۳ ، ص ۲۷۴

۶۷ ۔ مقریزی، خطط ۔ ج ۲، ص ۳۶۸
۶۸ ۔ ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح، نور محمد، کراچی ۱۳۶۸ھ، ص ۷۱
۶۹ ۔ نسائی، سنن نسائی، (کتاب الصلوٰۃ، باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ) ج ۱ ص ۸۴
۷۰ ۔ مسلم، الجامع الصحیح (کتاب الصلوٰۃ، باب استحباب اتیان الصلوٰۃ) ج ۱ ص ۲۲۰
۷۱ ۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ج ۲ ص ۲۴۴، سنن ابو داؤد ج ۱، ص ۶۷
۷۲ ۔ نور ۲: ۸۱
۷۳ ۔ ظفیر الدین، اسلام کا نظام مساجد، دار الاشاعت کراچی ۱۹۷۵ء، ص ۱۹۱
۷۴ ۔ بخاری، ابی الجامع الصحیح، ج ۱، ص ۶۷
۷۵ ۔ ابن حجر، فتح الباری، ج ۱ ص ۵۳۷
۷۶ ۔ جن : ۱۸
۷۷ ۔ جصاص، احکام القرآن، دار الکتاب، بیروت، (ت۔ن) ج ۳، ص ۳۲۸
۷۸ ۔ ملا احمد جیون، التفسیرات الاحمدیہ، ترجمہ قاری محمد عادل، قرآن کمپنی لاہور، ص ۸۶۹
۷۹ ۔ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، ص ۵۶
۸۰ ۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ج ۲، ص ۷۴۴
۸۱ ۔ زاد المعاد، شرکۃ مکتبہ مصطفی الحلبی، مصر، ۱۹۷۰ء، ج ۱، ص ۷۲۱
۸۲ ۔ عبد الحق محدث، شرح سفر السعادت مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر (ت۔ن) ص ۲۵۶
۸۳ ۔ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، ص ۵۴
۸۴ ۔ ایضاً
۸۵ ۔ ایضاً ص ۱۰۱
۸۶ ۔ ایضاً ص ۱۰۲
۸۷ ۔ ایضاً
۸۸ ۔ ترمذی، جامع ترمذی۔ ابواب الصلوٰۃ، باب ما جاء فی الصلوٰۃ فی مسجد قبا، ج ۱ ص ۶۳